VFAST Transactions on Islamic Research
https://vfast.org/journals/index.php/VTIR@ 2025, ISSN(e): 2309-6519, ISSN(p): 2411-6327
Volume 13, Number 2, July-December 2025 pp:01-16

Islamic Reformative and Spiritual Dimensions in the Novels of Saleha Abid Hussain: An Analytical Study

صالحہ عابد حسین کے ناولوں میں اسلامی اصلاحی اور روحانی جہات: ایک تجزیاتی مطالعہ

Gulsom[1*]
[1]Elementary & Secondary Education Department, KPK

ARTICLE INFO

Keywords
Islamic Tassuf, Spiritual Trends Urdu Literature, corrector building,

***Correspondence Author**
gulsumkhan558@gmail.com

DOI: 2210.vfast-tir.v13i2/21015.10

Article History
Received
August 08, 2025
Accepted
August 17, 2025
Published
August 25, 2025

ABSTRACT

This paper undertakes a research-based analytical study of the reformative and spiritual dimensions in the novels of Saleha Abid Hussain, one of the leading female voices in twentieth-century Indian Muslim literature. Born in Panipat in 1913 and influenced by the Islamic reformist legacy of Altaf Hussain Hali, Saleha Abid Hussain used her fiction as a medium of social and moral awakening. It investigates how her fiction reflects Islamic values, particularly themes of Tasawwuf, moral reform, women's education, family life, and social justice. Using a textual and thematic analysis of selected novels such as Azra, Atish Khamosh, and Rahi Amal, the study explores how Saleha Abid Hussain employed literature as a medium to promote Islamic ideals of justice, equity, and spiritual awareness. The paper further highlights her role in presenting women not only as social beings but also as active participants in moral and religious reform. The findings suggest that her novels go beyond literary expression to serve as vehicles of Islamic guidance and reformative thought, thereby establishing her as a significant contributor to both Urdu literature and Islamic intellectual tradition.

تعارف اور سوانحی پس منظر

صدیق فاطمہ جو ادبی دنیا میں صالحہ عابد حسین کے نام سے مشہور ہوئیں، 1913ء میں پانی پت کے مقام پر پیدا ہوئیں۔ آپ ایک علمی، ادبی اور مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کی شخصیت علم و ادب کے اس روشن سلسلے کی ایک اہم کڑی تھی جس نے برصغیر کے علمی منظرنامے پر گہرے اثرات چھوڑے۔ آپ الطاف حسین حالی کی پر نواسی تھیں، اور اس نسبت نے ان کے اندر فطری طور پر علم و فن کا ذوق اور سماجی شعور پیدا کیا۔

آپ کے والد غلام الثقلین نہایت عالم و فاضل، مصلح اور ادیب تھے، جو اس دور کے معروف ادبی رسالہ ''عصر جدید'' کے ایڈیٹر تھے۔ علمی ذوق کا یہ ورثہ صرف والد تک محدود نہ تھا بلکہ والدہ محترمہ بھی گہری دینی بصیرت اور فکری بالیدگی رکھتی تھیں۔ بڑی بہن مختار فاطمہ مذہب سے گہرا لگاؤ رکھتی تھیں اور انہوں نے ''گلستانِ عقیدت'' کے نام سے مذہبی شاعری کا ایک مجموعہ بھی شائع کیا۔

خاندانی ماحول علم و فن کی خوشبو سے معطر تھا۔ بھائی غلام السیدین اردو اور انگریزی ادب پر گہری دسترس رکھتے تھے، جبکہ دوسرے بھائی خواجہ اظہر عباس شعر و ادب میں نمایاں مقام کے

The Creative Commons Attribution 4.0 International license

حامل تھے۔ خاندان کی خواتین میں بھی علمی و ادبی خدمات کا سلسلہ نمایاں رہا۔ سیدہ خاتون مختلف رسائل میں مضامین لکھتی رہیں اور مولانا حالی نے ان پر ایک نظم بعنوان ''سیدہ کیسی پیاری بچی ہے'' تحریر کی۔ اس پس منظر سے ظاہر ہوتا ہے کہ صالحہ عابد حسین کو علم و ادب کا شوق وراثت میں ملا تھا، جس نے کم عمری ہی میں ان کے تخلیقی سفر کو مہمیز دی۔

آپ کی زندگی ابتدا ہی سے مشکلات اور صدمات سے گزری۔ صرف دو برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور چودہ سال کی عمر میں والدہ اور بہن کی وفات نے غم و اندوہ کی کیفیت کو اور بھی گہرا کر دیا۔ مسلسل صدمات نے آپ کے اندر غیر معمولی حساسیت اور دردِ دل پیدا کیا۔ انہی تجربات نے آپ کی تحریروں میں جذبۂ انسانیت اور ہمدردی کو نمایاں رنگ دیا۔ انہی احساسات کے زیرِ اثر آپ نے 1929ء میں ''حسنِ اتفاق'' کے عنوان سے ایک ناول تحریر کیا، جو گہرے جذبات اور داخلی کشمکش کی عکاسی کرتا ہے۔ تاہم، یہ تحریر عام قارئین تک نہ پہنچ سکی اور صرف بھائی سیدین صاحب نے اسے پڑھا۔ آپ خود اس بارے میں رقمطراز ہیں:

> "زندگی بھر پیاروں کی جدائی کے صدمے سہے اور دل میں گھاؤ پڑتے رہے۔ میرے حد سے زیادہ حساس اور دلِ درد مند رکھنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔ سوچتی ہوں تو یاد آتا ہے کہ میری بچپن کی اولین دو تین یادیں بھی موت ہی سے وابستہ ہیں۔" [1]

یہ اقتباس نہ صرف ان کی حساس طبیعت کی عکاسی کرتا ہے بلکہ اس امر کی بھی وضاحت کرتا ہے کہ ان کے ادبی شعور کی جڑیں ذاتی المیوں میں پیوست تھیں۔ یہی احساسات آگے چل کر ان کے افسانوں، ناولوں اور مضامین کی بنیادی فکری جہت بنے۔

اسلامی اصلاحی فکر اور سماجی تجزیہ

1933ء میں آپ کی شادی ڈاکٹر عابد حسین سے ہوئی جو علمی و ادبی دنیا میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ان کی علمی بصیرت اور تدبر نے صالحہ عابد حسین کے فکری زاویوں کو مزید وسعت دی۔ ڈاکٹر صاحب جامعہ ملیہ اسلامیہ کے لیے اپنی خدمات وقف کر چکے تھے، اور دونوں کے درمیان رفاقت کا رشتہ علم، ادب اور انسانیت کی بنیاد پر استوار تھا۔ زندگی کے ہر موڑ پر ڈاکٹر عابد حسین نے آپ کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی، جس کے اثرات آپ کی علمی و اصلاحی تحریروں میں واضح طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

آپ کی ابتدائی تعلیم عبداللہ گرلز اسکول علی گڑھ میں ہوئی، بعد ازاں پانی پت کے لڑکیوں کے اسکول سے مڈل کا امتحان نہایت عمدہ نمبروں سے پاس کیا۔ شادی کے بعد ڈاکٹر صاحب نے آپ کی علمی تشنگی کو مزید سیراب کیا اور تعلیم کے میدان میں ترقی کے نئے در وا کیے۔ آپ نے گھر

کی وسیع لائبریری سے بھرپور استفادہ کیا اور مختلف علمی و ادبی رسائل جیسے ''تہذیبِ نسواں''، ''نورجہاں''، ''عصمت''، ''پھول'' اور ''سہیلی'' میں افسانے اور مضامین لکھنے کا آغاز کیا۔

1939ء میں آپ کا پہلا افسانوی مجموعہ ''نقشِ اوّل'' کے عنوان سے شائع ہوا، جس میں چھ افسانے اور چھ ڈرامے شامل تھے۔ یہ مجموعہ اردو ادب میں عورت کے احساسات، معاشرتی ناانصافیوں، اور اصلاحی فکر کا مظہر ہے۔ آپ کا مطالعہ وسیع اور مشاہدہ نہایت گہرا تھا۔ آپ نے صرف اردو اور انگریزی ہی نہیں بلکہ دیگر زبانوں کے ادب سے بھی استفادہ کیا۔ مگر آپ کا اصل مقصد محض ادبی اظہار نہیں بلکہ معاشرتی اصلاح اور انسانی قدروں کی بحالی تھا۔ یہی سبب ہے کہ آپ نے قلم کو اصلاحِ معاشرہ کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔

صالحہ عابد حسین کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ایک بیٹی بے ہوشی کی حالت میں پیدا ہوئی لیکن دنیا میں آنے سے پہلے ہی وفات پا گئی۔ یہ المیہ ان کی زندگی کا نہایت دردناک باب تھا، جس نے ان کے باطنی احساسات کو مزید نکھار دیا۔ وہ اپنی اس بیٹی کے تصور کو ہمیشہ ذہن میں زندہ رکھتی رہیں۔ اسی غم کے اثر سے آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ بے سہارا اور غریب بچیوں کی پرورش و تعلیم کے لیے وقف کر دیا۔ آپ نے نہ صرف ان کی کفالت کی بلکہ انہیں باعزت زندگی گزارنے کے قابل بنایا۔

آپ نے عزیزوں کی جدائی اور زندگی کی تلخیوں کو صبر و تحمل سے برداشت کیا اور انہیں اپنی تخلیقات کے ذریعے مثبت پیغام میں ڈھال دیا۔ یہی سبب ہے کہ ان کی تحریروں میں انسانی ہمدردی، صبر، اور اخلاقی تربیت کا گہرا رنگ جھلکتا ہے۔

اسلوبِ تحریر اور اسلامی فکری روایت میں خدمات

آپ کا اسلوب سادہ مگر مؤثر تھا۔ آپ کے الفاظ میں ایک خاص درد اور جذبہ موجود تھا جو قاری کے دل کو چھو لیتا ہے۔ آپ کی تحریروں میں نہ صرف عورت کے سماجی و نفسیاتی مسائل کا عمیق شعور ملتا ہے بلکہ اسلامی فکری روایت کی روح بھی نمایاں ہے۔ آپ کا قلم اصلاحی جذبے سے لبریز تھا اور آپ نے ہمیشہ انسانیت، خدمتِ خلق اور اخلاقی تربیت کو اپنی تحریر کا محور بنایا۔

ڈاکٹر صغرا مہدی آپ کے اس پہلو کو نہایت خوبصورتی سے بیان کرتی ہیں:

> "صالحہ عابد حسین کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ وہ غریب اور ضرورت مند لوگوں کے بہت کام آتی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمیں جو ملتا ہے وہ اس لیے نہیں کہ اس سے ہم مزے کریں بلکہ اس لیے کہ ہم اپنے غریب عزیزوں، دوستوں اور پڑوسیوں کی مدد کریں۔ وہ ان لوگوں کی بھی مدد کرتیں جو خود کبھی سوال نہیں کرتے تھے یا جنھیں

> مانگنے میں شرم آتی تھی۔ وہ کہتی تھیں کہ مدد اس طرح کرنی چاہیے کہ جن لوگوں کی ہم مدد کریں وہ یہ سمجھیں کہ ہماری مدد قبول کر کے ہم پر احسان کر رہے ہیں۔ ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے اس پر صرف ہمارا حق نہیں ہے۔ مدد صرف روپے پیسے کی نہیں ہوتی، کبھی کسی کو محبت کی ضرورت ہوتی ہے، کبھی خدمت کی، کبھی اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ماں باپ کے ہوتے ہوئے بچے صحیح تربیت سے محروم رہتے تو ان کی تربیت کرنا چاہیے۔" [2]

یہ اقتباس ان کے عملی کردار، انسانی ہمدردی اور فکری پختگی کا مظہر ہے۔ صالحہ عابد حسین کی تحریروں میں عورت کا کردار صرف جذباتی یا تخیلاتی سطح تک محدود نہیں بلکہ وہ معاشرتی تعمیر و اصلاح میں فعّال کردار کی حامل نظر آتی ہے۔ ان کی فکری روایت اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ ہے جس میں عدل، مساوات، خدمت اور قربانی جیسے اقدار نمایاں طور پر جلوہ گر ہیں۔

یوں صالحہ عابد حسین نہ صرف ایک ممتاز ادیبہ تھیں بلکہ ایک فکری رہنما بھی، جنھوں نے اپنے قلم کے ذریعے اصلاحِ معاشرہ، تعلیمِ نسواں، اور اسلامی اخلاقیات کی ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا۔

اسلوبِ تحریر اور اسلامی فکری روایت میں خدمات

آپ ہمہ جہت شخصیت کی مالک تھیں۔ ناول، افسانہ، ڈرامہ، سفرنامہ، سوانح اور مضمون — غرض ہر صنفِ ادب پر کام کیا اور اردو ادب کو اپنے قلم کی حرارت اور فکری وسعت سے مالامال کیا۔ آپ کا علمی اور تخلیقی سفر اردو ادب کی تاریخ میں ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ علمی و ادبی تصانیف کے ساتھ ساتھ تحقیقی و تنقیدی میدان میں بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کی تحریریں نہایت سادہ، عام فہم، اور عوامی سطح پر اثر انداز ہونے والی ہیں، جن میں اسلامی افکار و نظریات کی روشنی صاف جھلکتی ہے۔ آپ کا مرکزی موضوع ہمیشہ "عورت کی اصلاح" اور سماج میں اس کے فعال کردار کا فروغ رہا ہے۔

آپ "انیس کمیٹی" کی رکن رہیں اور "غالب اکادمی" میں بھی ایک اہم ممبر کی حیثیت سے کام کیا، جہاں آپ نے علمی و ادبی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کی ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ ہند نے 1983ء میں آپ کو پدم شری کے خطاب سے نوازا، جو آپ کی علمی حیثیت کا بین ثبوت ہے۔ بعد ازاں 1987ء میں آپ کو غالب ایوارڈ سے بھی سرفراز کیا گیا، جو آپ کی طویل، خلوص پر مبنی ادبی کاوشوں کا اعتراف تھا۔

پروفیسر عنوان چشتی آپ کے کارناموں کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> "صالحہ عابد حسین اُردو ادب کی ممتاز قلم کار ہیں۔ انھوں نے اپنی تخلیقی سفر کا آغاز افسانوی ادب سے کیا، لیکن علمی، تنقیدی اور تحقیقی میدان میں بھی امتیاز حاصل

> کیا۔ وہ اُردو کی بے لوث، انتھک ادیبہ ہیں جو صلہ و ستائش سے بے نیاز ہو کر تقریباً نصف صدی سے اُردو زبان و ادب کی مشاطگی میں مصروف ہیں۔ جو سادگی، خلوص اور درد مندی اُن کی شخصیت کا جوہر ہے، وہی اُن کی تخلیقی اور تنقیدی شہ پاروں کا طُرۂ امتیاز ہے۔ اُن کی تحریروں میں اسلامی افکار کا حسن، مشترکہ تہذیبی انداز کی طاقت، سماجی بصیرت اور ذاتی تجربوں کا رنگ نمایاں ہے۔" [3]

یہ اقتباس ان کی تخلیقی صلاحیتوں، فکری پختگی، اور معاشرتی بصیرت کو واضح کرتا ہے۔ آپ کی تحریروں میں اسلامی فکری روایت کا حسن اور انسانی جذبات کی صداقت یکجا نظر آتی ہے۔ صالحہ عابد حسین نے اپنے قلم کے ذریعے ادب کو نہ صرف تفریح کا ذریعہ بنایا بلکہ اسے اصلاحِ معاشرہ اور تعمیرِ اخلاق کا وسیلہ بھی قرار دیا۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے خانگی زندگی کے فرائض سے بھی کبھی پہلو تہی نہیں کی۔ آپ گھریلو امور، شوہر کی خدمت، دستکاری، باغبانی اور فوٹوگرافی جیسے مشاغل میں بھی دلچسپی لیتی تھیں۔ آٹھ سال تک آپ نے ہومیوپیتھی کے ذریعے غریبوں کا علاج کیا، جو آپ کے خدمتِ خلق کے جذبے کا مظہر ہے۔ ریڈیو پر آپ کی تقاریر بھی خاصی مقبول تھیں، جن میں اخلاقی، سماجی اور اصلاحی پہلو نمایاں تھے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ آپ بچپن ہی سے کمزور جسم رکھتی تھیں اور شادی کے بعد صحت مزید متاثر رہی۔ متعدد آپریشنز کے باوجود آپ نے حوصلہ و عزم کا دامن نہ چھوڑا۔ ایک گردہ نکالے جانے اور دل کی تکلیف کے باوجود آپ نے زندگی کے ہر مرحلے پر حوصلے، صبر، اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ یہ وہی روحِ حیات ہے جو آپ کے اصلاحی کرداروں اور تحریروں میں جھلکتی ہے۔

ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "۔۔۔ ناولوں میں پیش کی گئی فضا کسی نہ کسی اصلاحی نظریات و خیالات کے فروغ سے تعلق رکھتی ہے۔ وطن پرستی کے جذبات، انسانیت کی خدمت، اصلاحی و اخلاقی اصول و نظریات کے ساتھ ہی قوم پروری اور انسان دوستی کے اہم تصورات ان کی تخلیقات میں نمایاں طور سے دیکھے جا سکتے ہیں۔" [4]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ صالحہ عابد حسین کا تخلیقی وژن محض افسانوی یا رومانوی نہیں بلکہ فکری اور اخلاقی اصلاح کی بنیاد پر استوار تھا۔ ان کی تحریریں ایک عہد کی نمائندہ آواز ہیں، جن میں عورت، انسانیت، اور سماج کے تئیں ذمہ داری کا گہرا احساس موجود ہے۔

اسلامی تعلیم و تربیت اور اخلاقی اقدار

صالحہ عابد حسین نے چالیس سے زائد تصانیف تحریر کیں جن میں ناول، افسانے، ڈرامے، سوانح اور مضامین شامل ہیں۔ تاہم، آپ نے زیادہ شہرت بطور ناول نگار حاصل کی۔ ان کے ناولوں میں عذرا، آتشِ خاموش، قطرہ سے گوہر ہونے تک، راہِ عمل، اپنی اپنی صلیب، اُلجھی ڈور، گوری سوئے سیج پر، یادوں کے چراغ، اور ساتواں آنگن شامل ہیں۔

ان ناولوں میں اصلاحی رجحان نمایاں ہے۔ آپ نے معاشرتی خرابیوں، سماجی ناانصافیوں اور عورت کے استحصال کو موضوع بنایا۔ ہر کردار معاشرے کے کسی حقیقی طبقے یا انسانی جذبے کا نمائندہ ہے۔ خاص طور پر عورت کے کردار کو جس جرأت، وقار اور خود اعتمادی سے پیش کیا، وہ اردو ادب میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے عورت کو کمزور مخلوق کے بجائے ایک باوقار، باشعور اور اصلاحی کردار کے طور پر پیش کیا۔

ڈرامے کے میدان میں بھی آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ کے ڈراموں کے مجموعے ''زندگی کے کھیل'' کے علاوہ طویل ڈرامے ''عفت'' اور ''امتحان'' بھی شائع ہوئے۔ آپ کے ریڈیو ڈرامے عوام میں بے حد مقبول ہوئے، جن میں ''بات چیت'' کے عنوان سے تیرہ تقاریر کا مجموعہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

آپ کی علمی وابستگی اردو کے کلاسیکی شعرا سے بھی گہری تھی۔ حالی، انیس اور غالب آپ کی پسندیدہ شخصیات میں شامل تھے۔ 1949ء میں آپ نے ''یادگارِ حالی'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو بارہ سے تیرہ سال کی محنتِ شاقہ کا نتیجہ تھی۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف ''خواتینِ کربلا کلامِ انیس کے آئینے میں'' اور ''جانے والوں کی یاد آتی ہے'' بھی نہایت مقبول ہوئیں۔

آپ کی خودنوشت ''سلسلۂ روز و شب'' میں آپ نے اپنی زندگی کے حالات و واقعات نہایت سچائی اور خلوص سے بیان کیے۔ یہ کتاب نہ صرف ایک ادیبہ کی ذاتی زندگی کی جھلک پیش کرتی ہے بلکہ اس دور کے سماجی و فکری حالات کا آئینہ بھی ہے۔
صفیہ ملک ان کی تصانیف کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

> "صالحہ عابد حسین کی تصانیف کے تنوع کا اندازہ اس سے کیجیے کہ انھوں نے ۸ ناول، ۵ افسانوں کے مجموعے، ۴ سوانح، ۳ ڈراموں کے مجموعے، ۷ کتابیں بچوں کے لیے لکھیں اور کئی کتابیں مرتب کیں۔" [5]

یہ بیان صالحہ عابد حسین کی ادبی ہمہ گیری، علمی وسعت اور تحقیقی سنجیدگی کا بہترین اعتراف ہے۔ انہوں نے اردو ادب کو موضوعاتی تنوع، فکری گہرائی، اور اصلاحی بصیرت سے مالامال کیا۔ آپ کی تحریریں اسلامی اخلاقیات، انسانی خدمت، اور سماجی توازن کے حسین امتزاج کی بہترین مثال ہیں۔

اسلامی روحانی جہات کا تجزیہ

"عذرا" صالحہ عابد حسین کا ایک سماجی اور اصلاحی ناول ہے، جس کی اولین طباعت 1942ء میں ہوئی۔ یہ ناول تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ 1916ء سے 1922ء تک، دوسرا حصہ 1923ء سے 1928ء تک، اور تیسرا حصہ 1929ء سے 1931ء تک کے واقعات پر محیط ہے۔ ناول کے بنیادی موضوعات میں تعلیمِ نسواں، حب الوطنی، اخلاقیات، عشق و محبت، فضول رسومات و اقدار کی مخالفت اور مرضی کی شادی جیسے اہم مسائل شامل ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ سیاسی حالات، تحریکِ خلافت، اور آزادی کی جدوجہد کا عکس بھی نمایاں طور پر موجود ہے۔
ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک اس ناول کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> "عذرا ایک اصلاحی اور سماجی ناول ہے جس میں ہندوستانی زندگی کے زیر و بم اور نشیب و فراز کے تمام مرحلوں کو بخوبی پیش کیا گیا ہے۔ مشرقی اقدار و معیار اور مغربی تہذیب و تمدن کا نہ صرف تصادم دکھائی دیتا ہے بلکہ دونوں تہذیبوں کے ماننے والے اپنے اپنے معیارِ زندگی کی حمایت میں صف آرا نظر آتے ہیں [6]۔"

مصنفہ نے متوسط طبقے کی قصباتی زندگی کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے۔ جنگِ آزادی کے ساتھ ساتھ تحریکِ خلافت اور کانگریس کے کردار کا تذکرہ بھی نہایت واقعیت سے کیا گیا ہے۔ حقیقی زندگی کی طرح اس ناول میں بھی متعدد خاندان اور مختلف طبقات کی نمائندگی پائی جاتی ہے۔ کرداروں کی کثرت کے باوجود ہر کردار اپنی انفرادیت کے ساتھ نمایاں ہے، جو مصنفہ کی فنی مہارت کا ثبوت ہے۔
عذرا کے والد محسن علی علی گڑھ سے تعلیم یافتہ، روشن خیال، محب وطن، وفادار شوہر اور شفیق باپ کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ تاہم، کام کے بوجھ کے باعث وہ اپنی صحت کا خیال نہیں رکھ پاتے اور بالآخر اپنی زندگی کھو بیٹھتے ہیں۔ ان کی وفات کے دو ماہ بعد عذرا کی بہن سیدہ کی پیدائش ہوتی ہے۔ اس واقعے کے ذریعے مصنفہ یہ پیغام دیتی ہیں کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے، لیکن انسان کو اپنی ذات، صحت اور خوشیوں پر بھی توجہ دینی چاہیے تاکہ زندگی متوازن اور پُرمغز بن سکے۔
عذرا، جو اس ناول کی ہیروئن ہے، اصلاحی لحاظ سے ایک مرکزی کردار کی حیثیت رکھتی ہے۔ ساری کہانی اس کے گرد گھومتی ہے۔ مصنفہ نے اس کے بچپن سے لے کر شادی اور ازدواجی زندگی کے تمام پہلوؤں کو تفصیل سے پیش کیا ہے تاکہ قاری کو یہ احساس ہو کہ ایک عورت اگر تعلیم یافتہ اور باشعور ہو تو وہ معاشرے میں ایک فعال، مثبت اور مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ عذرا گھریلو ذمہ داریوں اور پیشہ ورانہ زندگی میں توازن پیدا کرتے ہوئے ملک و قوم کی خدمت کرتی ہے۔
ڈاکٹر ایس۔ کے۔ جبیں کے مطابق:

"۔۔۔عذرا کا کردار گویا آزادی سے قبل کی روشن خیال لڑکیوں کا مثالی کردار ہے، جس میں روایت کی پاسداری اور اس سے بغاوت دونوں پہلو موجود ہیں [7]۔"

یہ کردار اصلاحی لحاظ سے بے حد اہم ہے، کیونکہ اس سے قبل کسی خاتون ناول نگار نے ایسا کردار تخلیق نہیں کیا تھا جو ترقی پسند نظریات رکھتا ہو اور ساتھ ہی قوم و ملت کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے۔ یہ اعزاز صرف صالحہ عابد حسین کو حاصل ہے۔ پانچ سو صفحات پر مشتمل اس طویل ناول میں عذرا کی زندگی کے ہر لمحے کو فنی باریکی اور نفسیاتی گہرائی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ بچپن ہی سے مطالعے اور تحریر کی شوقین ہے اور آزادئ نسواں کے نظریے میں سرگرم حصہ لیتی ہے۔ اس کی تحریریں سچائی، جرات اور خلوص سے بھرپور ہیں۔ وہ معاشرتی مخالفت کے باوجود الہ آباد میں اکیلی رہ کر اپنے شوہر کے اخبار کی ادارت سنبھالتی ہے اور آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔ ان مشکلات کے باوجود وہ صبر، عزم اور استقلال کی علامت بن کر ابھرتی ہے۔

"آتش خاموش" صالحہ عابد حسین کا ایک اور نمایاں ناول ہے جو "تعلیمی خدمت" کے موضوع پر مبنی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں بے جوڑ شادی کے خطرناک نتائج اور سماجی المیوں کو بھی نہایت فنی انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ ناول میں قدیم و جدید روایات کا ٹکراؤ اس مہارت سے پیش کیا گیا ہے کہ قاری اس کشمکش کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس ناول کا کچھ حصہ قیامِ پاکستان سے قبل تحریر کیا گیا تھا، لیکن تقسیمِ ہند کے ہنگامہ خیز حالات کے باعث اس کی تکمیل میں وقفہ آیا، اور آخرکار یہ 1953ء میں کتابی صورت میں شائع ہوا۔ تاہم، اس کے مندرجات 1947ء تک کے حالات پر مبنی ہیں۔

ڈاکٹر انجم اور ڈاکٹر جاوید اس کے مرکزی کردار ہیں، جو قوم کے بچوں کی تعلیم کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں۔ ان کے سامنے مالی اور جانی مشکلات کی ایک طویل فہرست موجود ہے، لیکن وہ اخلاص، محنت اور عزم کے ساتھ اپنے مقصد پر قائم رہتے ہیں۔ ان کے کردار کے ذریعے مصنفہ نے یہ واضح کیا ہے کہ انسان اگر نیت خالص رکھے تو وسائل کی کمی اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنتی۔

انجم کے کردار میں صالحہ عابد حسین کی حب الوطنی اور قوم دوستی کا جذبہ نمایاں ہے۔ مصنفہ نے اسے ایک مثالی کردار کے طور پر پیش کیا ہے، جو قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دیتا ہے۔ انجم تعلیم کو قوم کی ترقی کی کنجی سمجھتی ہے اور اسے اپنا فریضۂ حیات قرار دیتی ہے۔

مصنفہ نے دیباچے میں اس کردار کے بارے میں خود وضاحت کی ہے:

"اس ناول میں ایک ایسی ہی لڑکی کی داستان ہے جس کے دل میں محبت کی دبی ہوئی آگ اور خدمت کی گہری لگن موجود ہے۔ حالات اس کی محبت کو پروان نہیں

> چڑھنے دیتے، مگر وہ مایوس اور بے دل ہو کر زندگی سے بیزار نہیں ہو جاتی بلکہ اپنے محبت کے خزانے کو خدمت کی راہ میں لُٹانے پر تُل جاتی ہے اور اپنے محبوب کے دوش بدوش قوم کے بچوں کی زندگیاں سنوارنے، یعنی ان کی تعلیمی حالت سدھارنے کے کام میں اس طرح محو ہو جاتی ہے کہ اسے اپنی ذات تک کی سُدھ بُدھ نہیں رہتی اور آخری سانس تک اس مقدس فریضے کو ادا کرتی رہتی ہے [8]۔"

یہ کردار مصنفہ کی اس فکر کی نمائندگی کرتا ہے کہ عورت محض گھر کی زینت نہیں بلکہ ایک فعال سماجی اکائی ہے، جو علم، خدمت اور ایثار کے ذریعے قوم کی بنیاد مضبوط کر سکتی ہے۔ صالحہ عابد حسین نے اس ناول میں عورت کو محض ایک جذباتی کردار کے طور پر نہیں بلکہ ایک فکری، اخلاقی اور روحانی رہنما کے طور پر پیش کیا ہے، جو اسلامی اقدار اور انسانی خدمت کے جذبے سے سرشار ہے۔ نیلم فرزانہ اس کردار کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> "آتش خاموش" (1953ء) کی ہیروئن انجم بھی ایک آئیڈیل کردار ہے اور زندگی کی ایک مثبت قدر کی نشان دہی کرتی ہے [9]۔"

"قطرہ سے گہر ہونے تک" صالحہ عابد حسین کا ایک اور نمایاں اور اصلاحی ناول ہے جو 1957ء میں تحریر کیا گیا۔ یہ ناول گھریلو زندگی میں پیش آنے والے مسائل، انسانی رشتوں کی نزاکت اور اخلاقی قدروں کے زوال پر مبنی ہے۔ اس کے مرکزی کردار "انیس" کی شخصیت مصنفہ کے فکری اور اخلاقی نقطۂ نظر کی مظہر ہے۔ ناول کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ انسان اگر ایثار، قربانی اور خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار ہو تو وہ قطرے سے گہر بن سکتا ہے۔
یہ ناول عورت کی داخلی طاقت، اس کے حوصلے، صبر و استقامت اور انسان دوستی کو اجاگر کرتا ہے۔ مصنفہ نے انیس کے کردار کے ذریعے یہ واضح کیا ہے کہ ایک عورت محض خانہ داری تک محدود نہیں بلکہ وہ اپنی صلاحیتوں اور تربیت سے ایک کامیاب اور بامقصد زندگی گزار سکتی ہے۔ پلاٹ سادہ مگر پرکشش ہے، جس میں واقعات کی پیشکش نہایت متوازن اور حقیقت پر مبنی ہے۔ کردار نگاری کے اعتبار سے یہ ناول صالحہ عابد حسین کے تخلیقی شعور کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ ڈاکٹر ایس۔ کے۔ جبیں بھی اس ناول کے اخلاقی اور فکری پہلو کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

> "۔۔۔مجموعی طور پر صالحہ عابد حسین کا یہ اخلاقی نقطۂ نظر ہمارے سامنے آتا ہے کہ خدمتِ خلق اور ایثار کا جذبہ ہی قطرے کو گہر بناتا ہے۔ کردار نگاری اور اسلوب کی دلکشی کے اعتبار سے ناول بہت اچھا ہے [10]۔"

انیس اس ناول کا مرکزی اور اصلاحی کردار ہے۔ وہ تعلیم یافتہ، سمجھ دار، نیک سیرت اور سلیقہ مند خاتون ہے، جسے مصنفہ نے خواتین کے لیے ایک مثالی نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ ناول میں

انیس کی زندگی کے مختلف مراحل—بچپن سے جوانی، شادی اور ازدواجی زندگی تک—کو نہایت فنی مہارت اور جذباتی گہرائی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔
انیس کی والدہ بچپن ہی میں وفات پا جاتی ہیں اور باپ دوسری شادی کر لیتا ہے۔ سوتیلی ماں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر وہ اپنے ماموں عابد صاحب کے گھر پرورش پاتی ہے جن کی کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ عابد صاحب کے علمی و تہذیبی ماحول نے انیس کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ اپنے نرم مزاج، شائستگی اور ادب سے وہ سب کے دل جیت لیتی ہے۔ بڑی ہو کر عابد علی اس کی شادی اپنے دوست کے بیٹے اقبال حسن سے کر دیتے ہیں، جو ایک نیک دل، روشن خیال اور حساس ادیب ہے۔ اگرچہ مالی مشکلات اور گھریلو مسائل ان کی زندگی کا حصہ بنتے ہیں، مگر انیس ان سب کا سامنا صبر، ہمت اور وقار کے ساتھ کرتی ہے۔ انسانیت کی خدمت کو وہ اپنا اصل مقصد حیات سمجھتی ہے۔

"راہِ عمل" صالحہ عابد حسین کا ایک طویل، فکری اور وطن پرستی پر مبنی ناول ہے جو 1962ء میں شائع ہوا۔ اس ناول میں آزاد ہندوستان کی تعمیر و ترقی کا ایک واضح اور بامقصد تصور پیش کیا گیا ہے۔ مصنفہ نے اس تخلیق کے ذریعے نہ صرف معاشرتی مسائل پر روشنی ڈالی بلکہ قوم کے نوجوانوں، خاص طور پر عورتوں کو تعلیمی، سماجی اور اخلاقی میدانوں میں متحرک کردار ادا کرنے کی دعوت دی ہے۔
اس ناول میں مظلوم طبقہ—کسان، مزدور اور نچلے طبقے کے لوگ—جاگیرداروں، زمینداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرتے ہیں۔ مصنفہ نے دکھایا ہے کہ شعور اور تعلیم ہی وہ طاقت ہے جو انسان کو ظلم و ناانصافی کے خلاف اٹھنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ عورتیں پردہ ترک کر کے ملکی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں اور تعلیمِ نسواں کی تحریک کو عملی طور پر آگے بڑھاتی ہیں۔
نیلم فرزانہ اس ناول کے بارے میں لکھتی ہیں:

> "راہ عمل" (1962ء) میں جدید ہندوستان کی تشکیل کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ اس ناول کے کردار بھی وطن پرستی کے جذبے سے سرشار ہیں اور اپنے اپنے نظریات اور صلاحیتوں کے مطابق ملک کی نئی تعمیر میں حصہ لیتے ہیں [11]۔"

یہ ناول دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں حبیب میاں اور ان کے کارکنان کی جدوجہد کے ذریعے نئے ہندوستان کی تعمیر و تشکیل کی ابتدائی کوششوں کا بیان ہے۔ ہیروئن گیتا اسکول کے قیام میں سرگرم حصہ لیتی ہے، جبکہ ندیم، انوپم، خالدہ اور ساجو تعلیمی و فلاحی مراکز چلاتے ہیں۔ ساجو اپنی زندگی میں ایک نئے عزم کے ساتھ قدم رکھتی ہے، اور اس کے شوہر شبراتی کی سوچ میں مثبت تبدیلی آتی ہے۔

دوسرے حصے میں گیتا کی بمبئی آمد، لیلیٰ جیسی امیر اور آزاد خیال لڑکی سے دوستی، نشاط ولا میں کھنہ سے ملاقات—جو دراصل اس کا منگیتر نکلتا ہے—اور اس کے بعد پیش آنے والے جذباتی اور اخلاقی بحران کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی حصے میں خالدہ کے والد صدیق اور سکینہ بیگم کا نکاح، خالدہ اور ندیم کی شادی، حبیب میاں کی وفات، صفیہ کی اچانک موت، اور بالآخر انوپم اور گیتا کا دوبارہ ملنا کہانی کو ایک تکمیلی انجام دیتا ہے۔

ناول کے اختتام پر گیتا اور انوپم حبیب میاں اور صفیہ کے فلاحی مشن کو آگے بڑھانے کا عزم کرتے ہیں، اور ان کے ساتھی بھی اس مشن میں بھرپور مدد فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح یہ ناول نہ صرف وطن پرستی اور خدمتِ خلق کا استعارہ بن جاتا ہے بلکہ عورت کے کردار کو ترقی یافتہ معاشرے کی بنیاد کے طور پر بھی اجاگر کرتا ہے۔

حبیب میاں اور صفیہ بیگم کے کردار انیس اور اقبال حسن سے مشابہ ہیں ۔جن میں محبت کا جذبہ شادی کے بعد پروان چڑھتا ہے اور یہ اتنی بے لوث اور پرخلوص ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر ایک لمحہ بھی گزارا ممکن نہیں۔ اگر دیکھا جائے تو صالحہ عابد حسین کے ہر ناول میں میاں بیوی کے بے انتہا پیار کی داستان پیش کی گئی ہے جو دراصل ان کی اپنی زندگی کی کہانی ہے۔

ناول "اپنی اپنی صلیب "صالحہ عابد حسین کا اپنی طرز کا ایک منفرد ناول ہے۔ کہانی زیادہ ترپرانی یادوں کو یاد کرکے بیان کی گئی ہے۔دراصل یہ گزشتہ حالات و واقعات کی یاداشت ہے۔اصل کہانی زہرہ ،حمرااور علی اصغر کی ہے۔لیکن ان سے منسلک ایسے بہت سے کردار ملیں گےجو انہی کی طرح زندگی کی الجھنوں،پریشانیوں اور مصیبتوں میں گرے ہوئے ہیں ۔سب اپنی اپنی صلیب کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔یہ سچ بھی ہے اگر اپنے ارد گرد ماحول کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو پتہ چل جاتا ہے کہ ہر انسان کی اپنی ایک الگ داستان ہوتی ہے۔بظاہر اس نے اس پر خوشی و مسرت کا ایک خول چڑھا یا ہوتا ہےلیکن کریدنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زندگی تو ایک ویران کھنڈر کی مانند ہی ہے جہاں پر جانے سےانسان کو وحشت ہوتی ہے۔

ویسے تو اس ناول میں تمام کردار ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں لیکن زہرہ کا کردار اصلاحی نقطہ نظر سے اس لیے بھی اہم ہے کہ یہ ایک مثالی زندگی گزار رہی ہے۔حمراکے اگرچہ بچے نہیں تھے لیکن اس نے اور اس کے میاں نے کبھی ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی ۔آکسفورڈ یونیورسٹی سے پڑھ کر بھی وہ اپنے حق کے لیے نہیں لڑی۔اسی طرح علی اصغر مرد بن کر بھی رضوانہ سے انکار کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔وہ ایک تابع فرمان اور سعادت مند بیٹا تھا اور اس نے اپنی زندگی ماں کی خوشی پر قربان کردی وہ تو اس دنیا سے رخصت ہوئی جبکہ اس کے لیے ہر لمحہ اس بد مزاج اور جھگڑا لو عورت کے ساتھ گزارنا مشکل تھا۔حمرا کی طرح وہ بھی ایک دوسرے کو سمجھنے سے قاصر رہےجب کہ زہرہ کا کردار ان سے مختلف ہے۔اس کی شادی چالیس سال کے آدمی سے ہوتی ہے جس کا ایک بیٹا بلال ہوتا ہے اور اس کی بیوی مر چکی ہوتی ہے۔پہلی رات کا منظر مصنفہ نے بڑے دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔وہ اس کو منہ دکھائی میں اپنا بیٹا دے دیتا ہے

اور اسی لمحے سے وہ اس کو اپنا بیٹا مان لیتی ہے۔بچہ اس کے ساتھ ہی سو جاتا ہے۔وہ اپنے شوہر کا بہت خیال رکھتی ہے وہ جو کہ پہلی بیوی کے روز روز جھگڑوں سے تنگ آگیا تھا۔ایک دن بھی سکون کا نصیب نہیں ہوا تھاجب زہرہ اس کی زندگی میں آئی تو اسے اپنا گھر جنت جیسامحسوس ہوا۔اس نے یہ بیاہ بیٹے کے لیے کیا تھا لیکن اسے یہ علم نہ تھا کہ اس کی زندگی یوں اچانک بدل جائے گی۔صالحہ عابد حسین نے اس کے دلی کیفیات کو یوں بیان کیا ہے :

"میرے بچے کو ما ں ہی نہیں ملی۔۔۔مجھے بھی وہ دوست ،وہ ساتھی مل گیا جس کو چالیس برس سے میری روح پکار رہی تھی [12]۔"

"یادوں کے چراغ" صالحہ عابد حسین کا ایک اورمعاشرتی و اصلاحی ناو ل ہےجو پہلی بار 1967ء میں چھپا۔اس کا اہم موضوع "جدوجہد آزادی"ہے۔"اپنی اپنی صلیب " کی طرح یہ بھی ماضی کی یادوں پر منحصر ہے۔یہ ایک کرداری ناول ہے۔جس میں ہیروئن کنول کی زندگی کے نشیب و فرازکو بیان کیا گیا ہے۔اس کا اصل مقصد معاشرے کی اصلاح ہے۔پلاٹ نہایت سادہ اور پرکشش ہے۔طرز بیان بھی موثر اور دلکش ہے

کنول نے اس ناول میں فلاحی کردار ادا کیا ۔اس کی زندگی پر ہی اس ناول کو تشکیل دیا گیاہے اوراس کو معاشرے کے لئے ایک مثال کے طور پر پیش کیاہے جس نے زندگی کے ہر مشکل ،دکھ اور مصیبت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور یہ ثابت کیا کہ ایک لڑکی لڑکے کی بہ نسبت معاشرتی اصلاح میں زیادہ اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔وہ نہایت سلیقے سے خانہ داری کے امور بھی سرانجام دےسکتی ہے اور نا مسائد حا لات میں نوکری کرکے گھر کی مالی حالت بھی بہتر بناسکتی ہے اور ملک و قوم کے کام بھی آسکتی ہے۔بشرط یہ کہ وہ پر عزم اور پرامیدہو۔اس ناول میں کچھ ضمنی اصلاحی کرداربھی ہیں جنہوں نے اس کی مدد کی۔

"الجھی ڈور"جیسا کہ نام سے ظاہر ہے معاشرتی الجھنوں،مسائل اور مشکلات پر مبنی ناول ہے۔اسی ڈور کو ہر کوئی اپنے انداز سے سلجھانے میں مصروف ہے۔یہ صالحہ عابد حسین کا لکھا گیا ایک مختصر ناول ہے۔اس میں خاص طور پرمتوسط طبقے کی لڑکیوں کی طرز زندگی کو ہدف بنایا گیا ہے۔اگر بغور دیکھا جائے توحقیقی زندگی بھی ان ہی مسائل سے پُر ہے جن میں زیادہ تر انسان کے اپنے ہی پیدا کردہ ہیں لیکن ماں کی اچھی تربیت ہی ان سے نکالنے کا سبب بن سکتی ہے۔صالحہ عابد حسین اس کے دیباچے "دو لفظ"میں کچھ یوں تحریر کرتی ہیں:

"آج کے زمانے میں لڑکے لڑکیاں ،خاص کر لڑکیاں جس کرائی سس سے گزر رہی ہیں اور اچھی خاصی زندگیاں جہنم بن جاتی ہیں ،اس کے نتائج جس طرح خاندان کو بھگتنے پڑتے ہیں ،اس ناول میں ان کو آئینہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔یہ سو فیصدی اصلی ہیں نہ سو فیصدی فرضی!لیکن ایسے کردار ذرا گہری نظر سے دیکھیں تو آپ کو اپنے ماحول میں ہی مل جائیں گے [13]!"

اس ناول کے متعلق ڈاکٹر ایس۔ کے۔ جبیں کچھ یوں رقمطراز ہیں :

"الجھی ڈور" کو صالحہ عابد حسین کے ناولوں میں اس لیے منفرد مقام حاصل ہے کہ اس میں گھریلو زندگی کی ان الجھنوں کو مو ضوع گفتگو بنایا گیا ہے جو متوط طبقے سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کی ذہنی الجھنوں اور اخلاقی گراوٹ کا نتیجہ ہوتی ہیں ۔اس ناول میں صالحہ نے زندگی اور وہ بھی عہد حاضر کی زندگی کو قریب سے دیکھاہے اور روایتی قدروں کی پابندیوں کو کردار اور شخصیت کی تعمیر کے لیے ضروری قراردیا گیا ہے [14]۔"

اس ناول کا مرکزی کردار آسیہ ہے۔آسیہ ہمارے معاشرے کا ایک جیتا جاگتا کردار ہے ۔اس ناول کے انتساب میں لکھا ہے۔ "ہندی عورت کے اس روپ کے نام جو مر مر کر جیتی ،اور جی جی کر مرتی ہے مگر ہار نہیں مانتی"۔جودراصل آسیہ ہی ہے۔وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ،سمجھ دار اور سلیقہ شعار ہندوستانی لڑکی تھی ۔اس کا کردار ناول کے باقی کرداروں سے اس وجہ سے بھی منفرد ہے کہ باقی کردار صرف اپنی خوشی اور آرام کا سوچتے ہیں انھیں نہ والدین کی پروا ہے اور نہ کسی اور کا خیال،جبکہ آسیہ اپنے خاندان کے لئے اپنی ذات تک کو مٹانے کے لیے تیار رہتی ہے۔سب کے لیے اس کا یہی خلوص اور محبت اس کو باقی کرداروں سے منفرد بناتا ہے۔

صالحہ عابد حسین کا آخری ناول"ساتواں آنگن " جو مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی سے 1984ء میں شائع ہوا۔اپنے باقی ناولوں کی طرح اس کا موضوع بھی ماضی پرستی ہے۔اس میں زینب کی بچپن سے لے کر موت تک کی کہانی بیان کی گئی ہےجو دراصل ہر عورت کی داستان ہےجس کی زندگی میں نشیب و فراز آتے ہیں اور وہ ان مسائل کو حل کرتے ہوئے آگے بڑھتی ہے۔یوں زندگی کے دن بھی ختم ہوتے جاتے ہیں ۔یہ تین نسلوں پر مشتمل ہے۔ زینب کے والدین،زینب کا اپنا دور ،اور پھرزینب کے بچے۔اس ناول میں بھی جنریشن گیپ پر قلم اٹھایا گیا۔ بجیا کے بچوں کا رویہ یا خالہ کی اولاد کی زبان درازی اس بات کا منہ بولتاثبوت ہے کہ آج کل کے بچوں کو اپنے والدین کی کوئی قدرنہیں۔اس ناول کے ذریعے مصنفہ یہ پیغام دینا چاہتی ہیں کہ نئی نسل کے ذہنوں میں یہ بات ڈالنی ہے کہ اگر چہ ان کی بھی اپنی مصروفیات اور مسائل ہیں لیکن والدین نے اتنی تکلیف اٹھا کر انہیں پال پوس کر ان کوتعلیم دلائی تو ان کا بھی کچھ حق بنتا ہے۔انہیں چاہیے کہ ان کو وقت دیں تا کہ وہ خود کو تنہا محسوس نہ کریں اور کل کو انہوں نے بھی اسی دور سے گزرنا ہے کیونکہ انسان جو کرتا ہے وہی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔یہ سب صرف اپنے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت پر ہی منحصر ہےتا کہ ان میں اچھے برے کی تمیز ہو۔

اس ناول کے عمارت کی پہلی بنیاد زینب کے والد ہیں جو اگر ٹیڑھی رکھی گئی ہوتی تو عمارت بھی ٹیڑھی ہوتی لیکن زینب کے والد نے اپنے خاندان کی بنیاد ہی سیدھی رکھی۔جس پر چل کر آگے کی نسل انہی کی طرح چلتی گئی۔یہ ایک ایسا مصلح کردار ہےجن جیسے انسانوں کی آج کل کے معاشرے کو بے حد ضرورت ہے۔اگر بغور دیکھا جائے تو صالحہ عابد حسین کے ہر ناول میں ایسا کردار ضرور ملتا ہےجو ان کی ذہنی سوچ کو ظاہر کرتا ہے۔زینب کے والد خو د پڑھے لکھے، روشن خیال اور مثبت سوچ کے مالک تھے۔اس کا کردار انجم کے والد سے مشابہت رکھتا ہےجس

نے اپنے قدامت پسند معاشرے میں بھی اپنے اولاد کی بھلائی اور تعلیم و تربیت کا سوچا اور ان کے مستقبل کو سنوار دیا۔

زینب کے والدایک نرم دل انسان تھے ۔ وہ ایثار و قربانی کے پیکرتھے۔کسی کو تکلیف اور پریشانی میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔اس لیے جب اس کے بھائی کے بیٹے کا انتقال ہوتا ہے توماں باپ کی حالت بہت خراب ہو جاتی ہےتو وہ ان کو اپنا بڑا بیٹا دے دیتے ہیں اسی طرح ان کو زندگی کا سہارا مل جاتا ہے۔زینب کے والد کی بڑی خواہش تھی کہ اس کے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔وہ اپنے بچوں کو کامیاب دیکھنا چاہتے تھے۔بڑی بیٹی کو تعلیم دلاکر اس کی شادی ایک ادیب سے کرادی اور زینب چونکہ بہت ذہین تھی اور آگے پڑھنے کا بھی شوق تھاتو اس لیے اس کو آگے کی راہیں ہموار کیں اور وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلتی رہی۔

نتیجہ

صالحہ عابد حسین نے اپنے ناولوں کے ذریعے معاشرے کے سدھار کے لیے بھرپور کوششیں کیں اور معاشرے کی اصلاح میں اپنا حصہ ڈال دیا۔انہوں نے زیادہ تر عورت کے مسائل کو اپنا موضوع بحث بنایا۔کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ایک عورت ہی سماج میں مثبت تبدیلی کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور اس کی بدولت ہی معاشرہ علم و روشنی اور ترقی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔کیونکہ وہ ہی اگلی نسلوں کی امین ہوتی ہے۔عورتوں کی یہ خیرخواہ 8جنوری 1988ء کو اس جہاں فانی سے کوچ کر گئیں۔

حوالہ جات

1. ۔بیگم صالحہ عابد حسین ،سِلسِلہءِ روز و شب(خودنوشت)،مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،پٹودی ہاؤس ،دریا گنج نئی دلی ،1984ء،ص:23،22
2. ۔ ڈاکٹر صغرا مہدی،بچوں کی صالحہ عابد حسین ،مکتبہ پیام تعلیم ،جامعہ نگر،نئی دہلی ،1992ء،ص:16،15
3. ۔پروفیسر عنوان چشتی،صالحہ عابد حسین سے ایک ملاقات،مضمون مشمولہ ،ماہنامہ کتاب نما،نئی دھلی،2012ء،ص۔20
4. ۔ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک،شاہد پبلی کیشنز نئی دہلی،2008ء،ص۔104
5. ۔صفیہ ملک،صالحہ عابد حسین سے ملاقات،مضمون مشمولہ،ماہنامہ کتاب نما،نئی دھلی، 2012ء،ص۔ 20
6. ۔ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک، ہندو پاک کی خواتین ناول نگار، شاہد پبلی کیشنز نئی دہلی، 2008ء، ص۔72

7. ۔ڈاکٹر ایس۔کرے۔جبیں ،اردو کی خواتین ناول نگار،ارم پبلشنگ ہاؤس پٹنہ،2009ء،ص۔95

8. ۔صالحہ عابد حسین ،آتش خاموش،سنگم کتاب گھر دہلی،1953ءص۔9

9. ۔ نیلم فرزانہ ،اردو اہم کی خواتین ناول نگار،ایجوکیشنل بُک ہاؤسعلی گڑھ،1992ء، ص۔329

10. ۔ڈاکٹر ایس ۔کرے ۔جبیں، اردو کی خواتین ناول نگار،ارم پبلشنگ ہاؤس پٹنہ،2009ء،ص۔98

11. ۔نیلم فرزانہ،اُردو ادب کی اہم خواتین ناول نگار ، ایجوکیشنل بکہاؤس علی گڑھ،1992ء، ص۔ 330

12. ۔ صالحہ عابد حسین ،اپنی اپنی صلیب،مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی،2013ء ،ص۔42

13. ۔صالحہ عابد حسین، الجھی ڈور، دبستان جامعہ نگر نئی دہلی،1975ء،ص۔6

14. ۔ڈاکٹر ایس۔کرے۔ جبیں، اردو کی خواتین ناول نگار، ارم پبلشنگ ہاؤس پٹنہ،2009ء،ص۔98

References

[1] Hussain BSA. Silsila-e-Roz-o-Shab (Autobiography). New Delhi: Maktaba Jamia Ltd., Patodi House, Daryaganj; 1984. p. 22–23.

[2] Mehdi S. Bachon ki Saleha Abid Hussain. New Delhi: Maktaba Payam-e-Taleem, Jamia Nagar; 1992. p. 15–16.

[3] Chishti U. A Meeting with Saleha Abid Hussain. Monthly Kitab Nama. New Delhi; 2012. p. 20.

[4] Ansari Saalik GM. Shahid Publications. New Delhi; 2008. p. 104.

[5] Malik S. Meeting with Saleha Abid Hussain. Monthly Kitab Nama. New Delhi; 2012. p. 20.

[6] Ansari Saalik GM. Women Novelists of Indo-Pak. New Delhi: Shahid Publications; 2008. p. 72.

[7] Jabeen SK. Women Novelists of Urdu. Patna: Iram Publishing House; 2009. p. 95.

[8] Hussain SA. Aatish-e-Khamosh. Delhi: Sangam Kitab Ghar; 1953. p. 9.

[9] Farzana N. Important Women Novelists of Urdu Literature. Aligarh: Educational Book House; 1992. p. 329.

[10] Jabeen SK. Women Novelists of Urdu. Patna: Iram Publishing House; 2009. p. 98.

[11] Farzana N. Important Women Novelists of Urdu Literature. Aligarh: Educational Book House; 1992. p. 330.

[12] Hussain SA. Apni Apni Saleeb. New Delhi: Maktaba Jamia Ltd.; 2013. p. 42.

[13] Hussain SA. Uljhi Door. New Delhi: Dabistan Jamia Nagar; 1975. p. 6.

[14] Jabeen SK. Women Novelists of Urdu. Patna: Iram Publishing House; 2009. p. 98.